مسلم اقلیات کے سماجی معاملات (فقہ السیرۃ کا اطلاقی مطالعہ)

ڈاکٹر محمد ارشد*

سدرہ فردوس**

Abstract

The life of Hazrat Muhammad (SAW) is a role model for all the muslims in the world. It has been described as Uswa-e- Hasna in Quran-e-Hakeem. In the age of science and technology Muslims are facing a lot of problems and issues in their social relations. Especially muslim minorities facing a lot of religious, social and economical issues in Non-Muslim Societies. These issues can be solved in the light of seerah. This articl is an applied study of fiqh-ul-seerah in this perspective. Common social issues and their solutions are discussed in the light of seerah.

Key words: Fiqh-ul-seerah, Minorities, Social issues

عصر حاضر میں سیرت نگاری کے اندر جو جدید رجحانات سامنے آئے ہیں معاشرت نبوی ان میں سے ایک اہم موضوع ہے کیونکہ آپ ﷺ کے معاشرتی امور، سماجی معاملات اور تہذیبی چیزیں معاصر مسلم سماج کی ناگزیر ضرورت ہے۔ گلوبلائزیشن کی وجہ سے سماجی مسائل میں تیزی سے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ یہ صورتحال مسلم تشخص اور مسلم سماج کے لیے اور بھی تشویش ناک ہے۔ خاص طور پر وہ مسلم اقلیات جو غیر مسلم معاشرے میں بستی ہیں۔ کیونکہ غیر مسلم اکثریتی علاقے میں رہتے ہوئے غیر مسلمانوں کے ساتھ میل جول اور روابط ناگزیر ہوتے ہیں۔ یہ روابط کس نوعیت کے ہونے چاہئیں؟ ان کی حدود اور تقاضے کیا ہیں؟ مقالہ میں ان امور کو زیر بحث لایا جائے گا۔

اسلام اگرچہ مشرکین، اور یہود و نصارٰی کے ساتھ دوستی، قلبی محبت اور مؤدت سے منع کرتا ہے لیکن ایسے امن پسند غیر مسلموں کے ساتھ ایک مسلمان کا رویہ کیسا ہونا چاہیے جو نہ مسلمانوں کے دشمن ہیں نہ ان سے برسرپیکار ہیں نہ انہوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم یا زیادتی کی ہے بلکہ ایک ہی معاشرے میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے لیے ان کا رویہ خیر خواہی اور تعاون پر مبنی ہے۔ ایسے غیر مسلموں کے ساتھ سماجی تعلقات کے حوالے سے سورہ ممتحنہ کی ذیل میں دی گئی آیت سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے :

---

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج شکر گڑھ

**پی ایچ۔ڈی سکالر، علوم اسلامیہ، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

"لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔[1]

اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو اور ان کیساتھ انصاف کا برتاؤ کرو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت کے ذیل میں مولانا مودودیؒ نے کفار کو دو اقسام میں تقسیم کر کے ان کے ساتھ برتاؤ میں فرق کیا ہے۔ آپؒ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ انہیں دشمن کافر اور اور غیر دشمن کافر میں فرق ملحوظ رکھنا چاہیے اور ان کافروں کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنا چاہیے جنہوں نے کبھی ان کے ساتھ کوئی برائی نہ کی ہو۔"[2]

یوسف قرضاویؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں امن پسندوں کے ساتھ "بر" اور قسط" کا رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ "قسط" کا مطلب ہے عدل و انصاف اور "بر" کا مطلب ہے احسان اور فضل، یعنی بر قسط سے آگے کی چیز ہے اس لیے کہ عدل و انصاف کا مطلب تو یہ ہے کہ ان کو ان کے مکمل حقوق دیئے جائیں، اور اپنے مکمل حقوق ان سے لیے جائیں۔ جبکہ "بر" کا مطلب ہے کہ آپ اپنے کچھ حقوق سے ان کے حق میں دست بردار ہو جائیں۔ آپ مزید لکھتے ہیں: اس آیت میں (أَن تَبَرُّوهُمْ) امن پسند غیر مسلموں کے ساتھ "بر" کا رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ وہ لفظ ہے جو خداوند قدوس کے حق کے بعد سب سے عظیم حق کی تعبیر کے لیے اختیار کیا گیا ہے یعنی "بر الوالدین"۔[3]

پس ثابت ہوا کہ اسلام تعصب سے پاک دین ہے۔ دین کی بنیادی اساسیات میں اختلاف پر کوئی سمجھوتا نہیں لیکن انسانی بنیادوں پر اسلام غیر مسلموں کے ساتھ احسان، حسن اخلاق، نرمی اور خوش مزاجی سے پیش آنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کسی بھی معاملے میں تنگ نظری کا مظاہرہ کیا جائے لیکن جن معاملات میں شریعت نے احتیاط برتنے کی تاکید کی ہے وہاں احتیاط برتنا بھی لازم ہے۔ مقالہ ہذا میں مسلم اقلیات کو پیش آنے والے ایسے ہی چند اہم سماجی معاملات کا فقہ السیرۃ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔

ا۔ غیر مسلموں سے سلام وجواب

احادیث مبارکہ میں سلام کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے اور اسے عام کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔[4] البتہ غیر مسلموں کو سلام کرنا از روئے شریعت مقید اور مشروط ہے، اس حوالے سے مختلف آراء ملتی ہیں۔ بعض کے مطابق انہیں سلام نہیں کرنی چاہیے کہ یہ دعا صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ بعض کے نزدیک سلام میں ابتداء نہیں کرنی چاہیے ان کی دلیل حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کردہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا تبدوا الیہود والنصاری بالسلام۔[5] یہود ونصاریٰ پر سلام کہنے میں پہل نہ کرو۔ بعض مخصوص حالات میں اجازت دیتے ہیں لیکن ان سے سلام وجواب کے لیے کون سے الفاظ استعمال کیے جائیں اس حوالے سے ان کی دلیل آپ ﷺ کے بادشاہوں کے نام لکھے گئے خطوط ہیں جن میں السلام علیکم کی بجائے "والسلام علی من اتبع الھدی۔"[6] یعنی سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔" لکھوایا تھا۔ اس لئے یہی سنت قرار پائی کہ جب مسلمانوں سے ملو، خط لکھو یا مخاطب کرو تو السلام علیکم کہو اور جب غیر مسلم سے اس طرز کا واسطہ پڑے تو انہیں "السلام علی من اتبع الھدی" کہو۔ لیکن اگر غیر مسلم کی طرف سے سلام کی ابتدا کی جائے یا وہ مسلمان کو السلام علیکم کہتا ہے تو اس کے جواب میں بھی بجائے وعلیکم السلام کے صرف وعلیکم کہنا چاہئے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے" اذا سلم علیکم اھل الکتاب فقولوا وعلیکم۔[7] جب اہل کتاب میں سے تمہیں کوئی سلام کہے تو تم جواب میں صرف وعلیکم کہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کی یہود جب سلام کرتے تو وہ کہتے" السام علیك" اس کا معنی ہے تم پر ہلاکت ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جواب میں تم بھی یہی الفاظ کہو وعلیکم یعنی تم کو بھی ایسا ہی ہو۔

لیکن ایک غیر مسلم اکثریتی علاقے میں رہتے ہوئے جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اور اس عالمی تناظر میں جہاں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی بھرپور کوششیں کی جارہی ہوں دوسروں سے لاتعلقی والا رویہ اختیار کرنا بذات خود بداخلاقی کے زمرے میں آئے گا، دشمنان اسلام کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی راہ میں تقویت کا باعث بنے گا، لوگوں کو اسلام سے برگشتہ اور متنفر کرنے کا سبب بنے گا نیز تبلیغ دین کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوگا۔ لہٰذا تالیف قلب اور سماجی ضروریات کے تحت غیر مسلم کو سلام کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایک تو حدیث کے مطابق سلام کو عام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور حضرت ابوامامہؓ اسی حدیث

سے استدلال کرتے ہوئے راہ چلتے ہوئے جس کسی کے پاس سے بھی گزرتے چاہے وہ مسلمان ہوتا یا نصرانی اسے سلام کرتے جب ان سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں سلام کو عام کرنے اور پھیلانے کا حکم دیا گیا ہے۔[8] ان کے علاوہ سلف میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ابو درداءؓ، اور فضالہ بن عبیدؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ اہل کتاب کو سلام کرنے میں پہل کیا کرتے تھے۔[9]

لہٰذا اگر حالات اور سماجی ضروریات اس بات کا تقاضا کر رہی ہوں تو غیر مسلم کو بھی معروف انداز میں سلام کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا سنت نبوی سے ثابت ہے۔ حضرت اسامہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان ،مشرک اور یہود مختلف مذاہب کے لوگ موجود تھے تو وہاں نبی ﷺ نے السلام علیکم کہا۔[10]

اسی بنا پر بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ کفار کو کسی ضرورت کی بناء پر سلام کرنا جائز ہے۔ جہاں پر وہ لوگ اکثریت میں ہوں تو تالیف قلب کی خاطر یا ان کے شر سے بچنے کے لیے ان پر سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی کچھ علما کا مذہب جواز کا بتایا ہے۔

وقالت طائفة: يجوز الابتداء لمصلحة راجحة من حاجة تكون له إليه، أو خوف من أذاه، أو لقرابة بينهما، أو لسبب يقتضي ذلك.[11]

"اور ایک گروہِ علماء نے کہا ہے کہ غیر مسلم کو سلام کی ابتداء کسی راجح مصلحت یا ان کی اذیت پہنچانے کے خوف یا آپس میں قرابت کی بنا پر یا کوئی اور سبب جو اس کا تقاضا کرے جائز ہے۔"

غیر مسلموں کو سلام کرنے اور نہ کرنے سے متعلق جواز اور عدم جواز پر مبنی دونوں طرح کی روایات کا پایا جانا اسلام کے توسع پسندی کے رجحان کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا ایک غیر مسلم اکثریتی علاقے میں رہتے ہوئے دیگر غیر مسلموں سے عمدہ اخلاق کا برتاؤ کرنا، انہیں سلام کرنا، منافی اسلام نہیں ہے۔

۲۔ غیر مسلموں سے دوستی اور مشاورت

اسلام غیر مسلموں سے دوستی اور مشاورت سے منع نہیں کرتا۔ غیر مسلموں میں سے بھی بہت سے شریف اور نیک دل انسان بھی پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اہل کتاب میں سے ایسے نیکوکاروں کے بارے میں خود قرآن حکیم میں تعریف و تحسین کے کلمات وارد ہوئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ۔ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ "[12]

"سب اہل کتاب یکساں نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ عہد پر قائم ہے۔ یہ رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے اور سجدہ کرتے ہیں، اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، معروف کا حکم دیتے، منکر سے روکتے اور بھلائی کے کاموں میں سبقت کرتے ہیں اور یہ لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں۔"

جیسے پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں ایسے ہی انسانوں اور ان کی فطرتوں میں فرق پایا جاتا ہے غیر مسلموں میں سے ایسے بھلے مانس لوگوں کے ساتھ بلا سبب بغض و عناد رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ ایسے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ اگر ان کے ساتھ صحبت اور ہم نشینی ہو تو ان کے ساتھ دوستانہ برتاؤ روا رکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تاہم اختلاف دین اور مذہب کے باوجود عہد نبوی کے دونوں ادوار میں مسلمانوں نے غیر مسلم دوستوں کے ساتھ دوستانہ اور محبت آمیز رویہ اور تعلقات قائم رکھے۔ آپ ﷺ کے دوست حکیم بن حزام اسدی سے خود آپ ﷺ کا تعلق قابل دید تھا حالانکہ وہ مدنی دور کے آخر میں اسلام لائے۔[13] عبد الرحمان بن عوف اور امیہ بن خلف جمحی کا واقعہ مشہور ہے کہ کس طرح وہ ایک دوسرے سے تعلق قائم رکھے ہوئے تھے۔[14]

لیکن غیر مسلموں کے ساتھ دوستی اور تعلقات رکھنے میں احتیاط کے پہلو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ بہر حال مذہبی اختلاف ایک وہ طاقتور حقیقت ہے جو اس تعلق کو کسی بھی وقت ریت کی طرح مسمار کر سکتی ہے۔ کیونکہ ہر انسان کی وفاداریاں اس کے ہم مذہبوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ اس کا ثبوت تقسیم ہند کے وقت بھی دیکھنے میں آیا تقسیم ہند سے پہلے عوام الناس میں سے بیشتر ایسے افراد بھی تھے جو ایک ہی گلی محلے میں مذہبی اختلاف ہونے کے باوجود باہم شیر و شکر تھے لیکن جونہی تقسیم ہند کا اعلان ہوا تو یہی ہندو اور سکھ مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو گئے اور قتل و غارت اور خونریزی کا وہ بازار گرم کیا کہ آج بھی سوچ کر روح کانپ اٹھتی ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن حکیم میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۔[15]

"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے تو وہ انہیں سے ہے۔"

لہٰذا جو قلبی تعلق و محبت اہل ایمان سے ہو سکتی ہے وہ ایک غیر مسلم کے ساتھ نہیں ہو سکتی کیونکہ دونوں کے درمیان جو نظریاتی اختلاف پایا جاتا ہے وہ انہیں باہم ایک ہونے سے روکتا ہے۔ ان کی وفاداری اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ ہی ہو سکتی ہیں۔ اسی لیے انہیں اہم اور حساس معاملات میں رازدار نہیں بنایا جا سکتا۔ سورہ آل عمران میں بھی مشرکین کو رازدار بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ مؤمنین کے ہمدرد نہیں۔ بلکہ یہ مؤمنین کے ضرر میں ہی خوش ہیں۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۚ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔[16]

"اے ایمان والو! اپنوں کے سوا کسی کو بھیدی نہ بناؤ کہ وہ تمہاری خرابی میں قصور (کمی) نہیں کرتے، جو چیز تمہیں تکلیف دے وہ انہیں پسند آتی ہے ان کے مونہوں سے دشمنی نکل پڑتی ہے اور جو ان کے سینے میں چھپی ہوئی ہے وہ بہت زیادہ ہے، ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان کر دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔"

ان آیات میں مسلمانوں کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ ان کے ساتھ دوستی اور تعلقات میں احتیاط کے پہلو کو مد نظر رکھا جائے اندھا اعتماد کسی بھی بڑے نقصان سے دوچار کر سکتا ہے۔ مومن فہم و بصیرت کا مالک ہوتا ہے اور ایک دانا شخص وہی ہوتا ہے جسے اپنے دوست اور دشمن کی پہچان ہو۔ عام حالات میں ان کو رازدار بھی بنایا جا سکتا ہے اور ان سے مشاورت بھی کی جا سکتی ہے جیسا کہ خود آپ ﷺ نے عبد اللہ بن اریقط سے ہجرت مدینہ کے سفر میں خدمات حاصل کی تھیں۔[17] اسی طرح سے غزوہ احد کے بعد آپ ﷺ نے ایک غیر مسلم کو قاصد بنا کر ابو سفیان کے پاس بھیجا جس نے جا کر کہا کہ مسلمان ایک بڑی فوج لے کر آرہے ہیں۔[18]

لیکن اہم اور حساس نوعیت کے معاملات میں ان کو رازدار بنانے سے گریز برتنا لازم ہے۔ یہ تصور تمام مذاہب اور اقوام میں پایا جاتا ہے خود مغربی ممالک میں مسلمانوں کو سفارت و وزارت کا عہدہ تفویض نہیں

کیا جاتا۔ لہٰذا کفار اور مشرکین کو اپنا رازدار نہ بنایا جائے کہ ایسا کرنا مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

۳۔ غیر مسلموں کے تہواروں اور تقریبات پر مبارکباد دینا اور شرکت کرنا

مسلم اقلیات کے سماجی معاملات میں سے ایک اہم معاملہ غیر مسلموں کے تہواروں اور تقریبات میں شمولیت کا ہے۔ کیونکہ ایسے تہوار جو اسلام سے متضاد ہوں مروجہ کلمات کے ساتھ ان کی مبارکباد دینا، تبادلہ تحائف اور شرکت کرنے سے کفر و باطل کو تسلیم کرنے اور اس کی موافقت کرنے کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ آپ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ مختلف قسم کے تہوار مناتے تھے آپ ﷺ نے اسلام سے متصادم تہواروں کو یا تو ختم کر دیا یا پھر ان کو بدل کر ان کی جگہ دوسرے دن عید کے لیے متعین کر دیئے جیسا کہ اہل مدینہ دو تہوار مناتے تھے جس میں وہ کھیل کود کرتے تھے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو بتایا گیا کہ یہ ہمارے تہوار ہیں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: "ان اللہ قد ابدلکم بھما خیراً منھما یوم الاضحیٰ ویوم الفطر۔"[19]

"اللہ نے ان دنوں کے بدلے میں اچھے دن یعنی عید الفطر اور عید الاضحی عطا کیے ہیں۔"

اسی طرح سے وہ تہوار جو اسلام سے ہم آہنگ تھے انہیں مناسب ردوبدل سے برقرار رکھا۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ نے یہودِ مدینہ کو یومِ عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ ﷺ نے روزہ رکھنے کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے بتایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح اور فرعون کو اس کے لاؤ لشکر سمیت غرقِ نیل کرتے ہوئے بنی اِسرائیل کو فرعون کے جبر و استبداد سے نجات عطا فرمائی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے اُس دن روزہ رکھا، لہٰذا ہم بھی اس خوشی میں روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: (ایک نبی ہونے کی حیثیت سے) میرا موسیٰ پر زیادہ حق ہے۔ پھر آپ ﷺ نے خود بھی اُس دن روزہ رکھا اور (اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی) اُس دن کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔"[20]

بلکہ یہود سے مشابہت نہ ہو اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے ایک کی بجائے دو روزے رکھنے کا حکم دیا۔ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے غیر شرعی تہواروں کو نہ تو رواج دیا جائے گا اور نہ

ہی ان میں شرکت کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے غیر مسلموں کے تہواروں میں شرکت، مبارکباد یا ان سے مشابہت اختیار کرتے ہوئے مخصوص انتظامات کرنے کے معاملے میں نہایت سخت رویہ رکھا ہے جیسے کہ ابن تیمیہ نے ان مواقع پر ایسے تمام اہتمامات کو بھی ممنوع قرار دیا ہے جو ان سے مشابہت کا باعث بنتے ہوں مثال کے طور پر نئے کپڑے بنوانا، چراغاں کرنا، اچھے کھانے بنانا وغیرہ۔[21] یہاں تک کہ بعض فقہا کرام نے ان کے تہواروں پر انہیں مبارکباد دینا اور تحفے تحائف کا تبادلہ بالاتفاق حرام قرار دیا ہے۔[22]

لیکن ایک غیر مسلم معاشرے میں جہاں مسلمانوں کو مساجد کے قیام اور مذہبی اقدار پر عمل درآمد اور اپنے مذہبی تہوار منانے کی مکمل آزادی حاصل ہو۔ بڑی بڑی مساجد قائم ہوں، نماز پنج گانہ اور جمعہ کا باقاعدہ اہتمام ہوتا ہو، عیدین کے موقع پر اجتماعی عید کا اہتمام، سکولوں میں مسلمان بچوں کو عید پر باقاعدہ چھٹی دی جاتی ہو، عیدین کے موقع پر غیر مسلم ہمسایوں یا ساتھیوں کی جانب سے تہنیتی پیغامات، کارڈز، عید ملن پارٹیز کا اہتمام ہوتا ہو ایسے ماحول میں مسلم اقلیات کا ان کے مذہبی تہوار جو کہ اب مذہبی سے زیادہ سماجی اور اقتصادی نوعیت اختیار کر گئے ہوں، ان سے قطعاً لاتعلقی اختیار کرنا نہ صرف بد اخلاقی میں شمار ہو گا بلکہ بذات خود اسلام پر ایک سوالیہ نشان ہو گا کہ کیا اسلام اس قدر جامد اور متعصب دین ہے؟ اب ایسے عالمی ماحول میں وہاں رہنے والے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے دنیا کے ممالک کو یہ پیغام دینا لازمی ہے کہ اسلام کی وسعت نظری سب سے بڑھ کر ہے، اسلام کا دامن رحمت سب سے کشادہ ہے اور مسلمانوں میں دوسروں کے برداشت کا جذبہ سب سے زیادہ موجود ہے۔ اسلام رجعت پسندانہ مذہب نہیں بلکہ وسیع ترین دین ہے۔ اور ایک مسلمان ایک غیر مسلم کی بنسبت کہیں زیادہ با اخلاق ہوتا ہے اور شائستہ عادات و اطوار سے مزین ہوتا ہے۔

علامہ یوسف قرضاوی لکھتے ہیں "ایسے موقع پر غیر مسلموں کو مبارکباد دینا اور بھی شرعاً مؤکد ہو جاتا ہے جب وہ مسلمانوں کو اسلامی تہواروں پر مبارکباد دیتے ہوں کہ اللہ نے ہمیں بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دینے اور سلام کا بدلہ اس سے بہتر طریقہ پر یا کم از کم اسی طرح دینے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۔ 23

"اور جب تمہیں کوئی دعا دے تو تم اس سے بہتر دعا دو یا اس جیسی ہی کہو، بے شک اللہ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے۔"

اور مسلمان کو یہ بات کسی بھی طرح زیب نہیں دیتی کہ وہ ایک غیر مسلم سے کسی بھی طرح کم شریف اور بااخلاق ہو، مسلمان کا اخلاقی پہلو تو کامل ترین ہونا چاہیے۔[24] رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: سب سے کامل مومن سب سے زیادہ بااخلاق ہوتا ہے۔[25]

لہٰذا غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں شرکت نہ کرنا اولیٰ ہے لیکن جذبہ خیر سگالی، بین المذاہب ہم آہنگی، سماجی تعلقات، حسن اخلاق یا دعوتی مقاصد کے تحت اگر کسی پڑوسی، رشتہ دار یا رفیق کو زبانی مبارک باد یا کارڈ بھیجا جائے یا شرکت کی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن مذہبی ہم آہنگی، روشن خیالی کے نام پر ان مخصوص مذہبی تہواروں اور تقریبات کا اپنے گھروں میں انعقاد کرنا، غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے ان تہواروں کو پورے جوش و جذبے سے منانا، ان کے مذہبی شعائر بجالانا جیسے موم بتیاں جلانا، کرسمس ٹری مع تزئینی روشنیوں کے لگانا، صلیب لگانا، مخصوص شرکیہ کلمات ادا کرنا، مشرکین کے بتوں کو ہاتھ لگانا ، ان کا تبرک کھانا، ایک دوسرے پر رنگ پھینکنا، دیئے جلانا یا مخصوص رسوم کا بجالانا قطعاً جائز نہیں ہے۔ اگر ناگزیر ہو تو ایسی مجالس اور تقریبات میں شرکت کرتے ہوئے ہمیشہ مندرجہ ذیل فرمان نبوی ﷺ کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔

إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ، فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ۔"[26]

"یقیناً حلال بھی واضح ہیں اور حرام بھی لیکن ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں اور ان کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ تو جو شبہات سے بچا، وہ اپنے دین اور آبرو کو سلامت لے گیا۔"

لہٰذا کسی بھی ایسی تقریب میں کہ جہاں اسلامی شعار کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، اہل اسلام کے خلاف منصوبہ بندی کی جا رہی ہو، یا مشرکانہ عبادات کی جا رہی ہوں، محفل رقص منعقد کی جا رہی ہو، وہاں شراب یا خنزیر موجود ہو ایسی تقریبات اور دعوتوں میں شرکت کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

۴۔ غیر مسلموں سے تبادلہ تحائف

عام حالات میں حسن سلوک اور تالیف قلب کی خاطر تحائف کا تبادلہ جائز اور مستحسن ہے کیونکہ مختلف بادشاہوں اور سربراہان مملکت کی طرف سے بھیجے گئے ہدایانہ صرف آپ ﷺ نے قبول فرمائے بلکہ ان کی طرف تحائف روانہ بھی فرمائے جیسا کہ کسریٰ نے آپ ﷺ کو ہدیہ پیش کیا آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔[27] ایلہ کے بادشاہ نے رسول ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ ایک سفید خچر پیش کی اور ایک چادر پہنائی۔[28] اکیدر دومۃ الجندل نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ریشمی کرتہ بطور ہدیہ بھیجا۔[29]

صحابہ کرام بھی اپنے غیر مسلم رشتہ داروں اور قرابت داروں کو تحائف دیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے مکہ میں مقیم اپنے ایک غیر مسلم بھائی کو ایک جوڑا تحفے میں دیا۔"[30]

لیکن جن افعال میں ان کے کفریہ عقائد سے مشابہت ہوتی ہو ان حالات میں ان سے ہدیہ قبول کرنا یا انہیں تحفہ دینا ناجائز اور حرام ہے۔ اس لیے اہل علم نے غیر مسلموں کو تحائف لینے یا دینے کو ان شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ اس میں دل کا میلان نہ ہو، کوئی کفر، شرک یا فسق والا کام نہ ہو، کسی غیر مسلم کی تعظیم اور اس کی سرداری کو متضمن نہ ہو اور ان سے مشابہت کا اندیشہ نہ ہو۔[31]

اکثر علماء نے مذہبی تہواروں پر تحائف دینے کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے امام زیلعی فرماتے ہیں:

"نیروز اور مہرجان کے دو دنوں کے نام پر تحفہ بھیجنا نہ صرف حرام ہے بلکہ کفر ہے۔[32]

بالخصوص وہ تحائف جن سے ان کے مشرکانہ اور کفریہ عقائد کی تائید ہوتی ہو، ان کا تبادلہ جائز نہیں ہے۔ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"جس کسی نے عام حالات کے علاوہ ان عیدوں کے موقع پر تحفہ بھیجا تو ایسے تحفے کو قبول نہیں کرنا چاہیے خصوصاً ایسا تحفہ جس سے ان کی مشابہت ہوتی ہو۔ مثلاً شمع وغیرہ۔"[33]

لہٰذا کرسمس ٹری کا سجانا یا تحفے کے طور پر پیش کرنا، شراب پیش کرنا، یا دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں، مخصوص پھل، مخصوص سامان اور اسی طرح سے دیگر ایسے تحائف جن سے ان کے باطل عقائد و نظریات کی توثیق ہوتی ہو مسلم اقلیات کو ان کے تبادلہ سے اجتناب برتنا لازم ہے۔

۵۔ غیر مسلم کی دعوت قبول کرنا

غیر مسلموں کو دعوت پر مدعو بھی کیا جا سکتا ہے اور ان کی دعوت کو بلا عذر رد کرنے کی ممانعت بھی ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے غیر مسلموں کی دعوت قبول فرمائی، حضرت انسؓ سے روایت ہے: ایک یہودی نے آپ ﷺ کو جو کی روٹی اور بدبودار چربی کی دعوت دی، جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔[34] غزوہ خیبر کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک یہودی عورت کی دعوت کو قبول فرمایا۔ جس نے زہر آلود بکری بطور ہدیہ دی تھی۔[35] آپ ﷺ خود بھی غیر مسلموں کی دعوت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ مکی دور میں بھی بنی عبد مناف کے لیے دو مرتبہ دعوت کے اہتمام کا تذکرہ ملتا ہے۔[36] قبیلہ ثقیف کے وفد کو جو ابھی تک اسلام نہ لایا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور خالد بن سعیدؓ ان کے کھانے کا اہتمام کرتے تھے۔[37] اسی طرح سے حبشہ سے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور خود اپنے ہاتھ سے ان کی ضیافت کی اور فرمایا انہوں نے ہمارے اصحاب کی عزت افزائی کی تھی تو کیوں نہ میں خود ان کی عزت اور تکریم کروں۔[38]

غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں حرام اشیاء جیسے شراب، خنزیر وغیرہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ کسی ایسی دعوت میں شرکت نہ کرے جس میں شراب بھی ہو۔"[39]

اگر یہ معلوم ہو کہ کسی دعوت میں شراب اور اس کے لوازمات کا اہتمام ہونا یقینی ہے تو اس میں شرکت سے لازمی طور پر اجتناب کرنا چاہیے، یا یہ معلوم ہو کہ کہیں محفل رقص منعقد کی جارہی ہے اور کسی غیر مسلم پڑوسی نے دعوت دی ہے تو ہمسائیگی کے حق کے باوجود اس میں شرکت سے معذرت کرنی ہوگی۔

لیکن اگر مسلمان کو ایسی کوئی دعوت قبول کرنے سے بہت بڑی مصلحت کی امید ہو جیسے یہ کہ میزبان اسلام قبول کرلے گا، یا اسلام کی جانب نرم گوشہ رکھنے لگے گا، اور دعوت قبول نہ کرنے کی صورت وہ بد دل اور اسلام قبول کرنے سے اعراض کرے گا تو بہتر ہے کہ میزبان کو اس بارے میں آگاہ کر دیا جائے کہ مسلمان نہ ان اشیاء کا استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی ایسی کسی دعوت میں شریک ہوتے ہیں جہاں یہ اشیاء ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مسلمانوں کے پڑوسی اور ساتھی جب انہیں دعوت دیتے ہیں تو ان کی اقدار اور مبادی کا خیال رکھتے ہوئے ان کے سامنے ایسی کوئی چیز پیش نہیں کی جائے گی۔[40]

اس سے معلوم ہوا کہ ایسی دعوت قبول کی جائے جس میں اسلام کے شعائر یا تعلیمات کا مذاق نہ اڑایا جائے۔ سو غیر مسلموں کی دعوت کو قبول کرنا مشروط ہے علی الاعلان نہیں ہے۔

۶۔ غیر مسلم ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک

اسلام میں ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک سے متعلق بڑی پر زور تاکیدیں ملتی ہیں ان میں غیر مسلم ہمسائے بھی شامل ہیں۔ چنانچہ علامہ قرطبی کا بیان ہے کہ:

"قال العلماء الاحادیث فی اکرام الجار مطلقۃ غیر مقیدہ حتی الکافر۔"[41]

" علماء نے کہا ہے کہ: ہمسایہ کے اکرام اور احترام میں جو احادیث آئی ہیں وہ مطلق ہیں، اس میں کوئی قید نہیں کافر کی بھی نہیں۔"

سورہ النساء میں ہمسایوں کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی گئی ہیں۔

"وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ"۔[42]

"اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر۔"

علماء کرام کی کثیر جماعت نے وَالْجَارِ الْجُنُبِ سے غیر مسلم ہمسایہ مراد لیا ہے۔ جیسا کہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: " جار ذی القربی اور جار الجنب سے کیا مراد ہے؟ جار ذی القربی وہ پڑوسی ہے جو رشتہ دار ہوں، جبکہ جار الجنب سے مراد وہ پڑوسی ہے، جس کا آپس میں رشتہ داری کا کوئی تعلق نہ ہو، اس سلسلے میں بعض علماء کا قول منقول ہے: جار ذی القربی سے مراد مسلم پڑوسی ہے اور جار الجنب سے مراد غیر مسلم پڑوسی، تاہم دونوں قول میں پڑوسی سے متعلق وصیت ہے۔[43]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک بار بکری ذبح کرائی، غلام کو ہدایت کی کہ وہ سب سے پہلے ہمسایے کو گوشت پہنچائے، اس نے عرض کی حضور وہ تو ایک یہودی ہے، اس پر آپؓ نے جواب دیا کہ تو کیا ہوا؟ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ جبریل مجھے ہمسائے کے حقوق کی اتنی تلقین کرتے رہے کہ مجھے گمان گزرا کہ وراثت میں بھی حق دار بنا دیں گے۔[44]

علامہ رشید رضا مصری اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں جو مطلق تاکیدیں فرمائی ہیں، ان سے یہ سمجھا کہ ان میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں، عبد اللہ بن عمروؓ کا فہم و علم تمہارے لیے کافی ہونا چاہیے۔"[45]

لہٰذا مسلمان خواہ اپنے علاقے میں رہ رہے ہوں یا غیر مسلم اکثریتی علاقے میں دونوں صورتوں میں غیر مسلم ہمسایہ کے حقوق کا پاس رکھنا لازم ہے۔

۷۔ غیر مسلم کی عیادت کرنا

اسلام میں مریض کی عیادت کا حکم ہے اور اس میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ جس طرح ایک مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے جانا ایک اہم اخلاقی اور سماجی فریضہ ہے اسی طرح سے غیر مسلموں کی عیادت کے لیے جانا بھی ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے خود غیر مسلموں کی عیادت فرمائی ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک یہودی لڑکے کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اس کے سر کے پاس بیٹھے اور فرمایا کہ اسلام لے آؤ۔ وہ اپنے باپ کو دیکھنے لگا۔ اس کے باپ نے کہا ابو قاسم کی بات مان لو، وہ اسلام لے آیا آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو آگ سے نجات دی۔[46]

اسی طرح آپ ﷺ بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کو تشریف لے گئے جو کہ غیر مسلم تھا۔ اس سے کہا اے ماموں لا الہ الا اللہ "کا اقرار کیجیے، اس نے کہا میں ماموں ہوں یا چچا تو آپ ﷺ نے فرمایا ماموں ہیں، اس لیے کہ بی بی آمنہ کا تعلق مدینہ سے تھا، اس نے کہا کیا لا الہ الا اللہ "کا اقرار میرے حق میں بہتر ہو گا تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ہاں۔[47] انہی واقعات سے استدلال کرتے ہوئے فقہا کرام نے غیر مسلم کی عیادت کو جائز قرار دیا ہے۔ علامہ مرغینانی غیر مسلم کی عیادت کے جواز میں لکھتے ہیں یہودی اور نصرانی کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے اس لیے کہ یہ ایک طرح سے ان کے حق میں بھلائی اور حسن سلوک ہے اس سے ہمیں منع نہیں کیا گیا۔[48]

اس بحث سے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم اور سیرت طیبہ کی تعلیمات کے مطابق غیر مسلم مریض کی تیمارداری بھی کی جائے گی۔

۸۔ غیر مسلموں کی تدفین کی رسومات میں شرکت

غیر مسلم کی وفات پر اظہار تعزیت کے لیے جانا، اظہار ہمدردی کرنا، اس کے خاندان اور پسماندگان کے غم میں شریک ہونا، تسلی دینا اور مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ رہنا سماجی اور اخلاقی تقاضا ہے۔ تاکہ غم کی اس گھڑی میں انہیں حوصلہ ملے اور وہ اپنے آپ کو اکیلا اور تنہا محسوس نہ کریں۔ بلکہ بہتر ہے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں ان سے ممکنہ تعاون اور مدد کی جائے یہی آپ ﷺ کی سنت اور طریقہ بھی ہے آپ ﷺ نے نہ صرف اپنے اصحاب کو اپنے غیر مسلم بزرگوں کی تجہیز و تدفین کے انتظام کا حکم دیا[49] (حضرت ابو طالب کی وفات پر حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنے والد کو غسل دیں اور انکی تجہیز و تکفین کا بندوبست کریں، اور جب حضرت علیؓ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے انہیں دعا دی جس کے بارے میں وہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ دعا مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔)[50] بلکہ غیر مسلم کے جنازہ کی تکریم میں کھڑے ہونا آپ ﷺ کے اسوہ مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک بار ایک یہودی کا جنازہ گزرا آپ ﷺ کھڑے ہو گئے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "أليست نفسا" کیا وہ انسان نہیں۔[51]

امام یوسفؒ کا بیان ہے کہ امام حسن بصریؒ کے پاس ایک عیسائی آتا اور آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا، جب اس کا انتقال ہو گیا تو آپ نے اس کے بھائی سے ان الفاظ میں تعزیت کی۔

"تم پر جو مصیبت آئی ہے اللہ تمہیں اس کا وہ ثواب عطا کرے کہ جو تمھارے ہم مذہب لوگوں کو کرتا ہے، موت کو ہم سب لوگوں کے لیے باعث برکت بنائے اور وہ ایک خیر ہو جس کا ہم انتظار کریں، جو مصیبت آئی ہے اس پر صبر کا دامن نہ چھوڑو۔[52]

یہ بات واضح ہو گئی کہ غیر مسلموں کی تدفین کی رسومات میں شرکت جائز ہے اور اس موقع پر تسلی کے کلمات کہنا بھی جائز ہے۔

۹۔ غیر مسلم ممالک میں رفاہ عامہ کے کاموں میں تعاون

دین اسلام صرف مسلمانوں کا دین ہی نہیں ہے بلکہ یہ کل کائنات اور تمام بنی نوع انسان کے لیے فلاح کا ضامن ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو غیر

مسلموں کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کی تلقین کرتا ہے۔ لہٰذا ہر وہ کام جو انسانیت کی فلاح اور خیر خواہی کی خاطر ہو اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے سورۃ المائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى‌ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ۔[53]

"نیکی اور پرہیز گاری (کے کاموں) میں ایک دوسرے سے تعاون و مدد کرو اور گناہ اور برائی (کے کاموں) میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو۔"

اسی طرح سے آپ ﷺ نے بھی فرمایا: "خیر الناس من ینفع الناس"۔[54]

"لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع اور فائدہ پہنچائے"۔

یہ تمام نصوص فلاح عامہ کے سلسلے میں مطلق ہیں۔ مخلوق خدا کو نفع رسانی عین فلسفہ اسلامی ہے لہٰذا مسلم اقلیات غیر مسلم ممالک میں رفاہ عامہ کے کاموں میں تعاون کر سکتی ہیں کیونکہ غیر مسلموں کی اعانت اور ان کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کرنا آنحضرت ﷺ کا بھی خاصہ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے ان غیر مسلموں کی اعانت بھی فرمائی جنہوں نے آپ ﷺ کو بہت زیادہ تکالیف دیں۔ جیسا کہ ایک بار مکہ مکرمہ کے لوگ قحط سالی کا شکار ہو گئے تو رسول ﷺ نے سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کے پاس پانچ سو دینار روانہ کیے تا کہ وہ مکہ کے ضرورت مندوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں۔[55]

یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین نے بھی ہمیشہ آپ ﷺ کے اس اسوہ کو مد نظر رکھا۔ ایک بار حضرت عمر فاروقؓ کا گزر ایک معمر شخص کے پاس سے ہوا اسے بھیک مانگتے دیکھ کر پوچھا کس چیز نے تمہیں یہ بھیک مانگنے پر مجبور کیا۔ اس نے جواب دیا بوڑھا ہوں، اپنی ضروریات پوری کرنے اور جزیہ کی ادائیگی کے لیے بھیک مانگتا ہوں، آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گھر لے گئے اور اسے کچھ مال دیا اور خزانچی کو بلا کر کہا "اس کو اور اس قسم کے لوگوں کو دیکھو، یہ ہرگز انصاف نہیں کہ ہم اس کی جوانی کا تو فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں اسے خوار ہونے کے لیے چھوڑ دیں۔[56]

اس بحث سے ثابت ہوا کہ قرآن حکیم اور سیرت طیبہ کے مطابق رفاہ عامہ میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔

۱۰۔ غیر مسلم اداروں میں بچوں کی تعلیم

فرمان نبوی ﷺ "حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں کہیں بھی اسے پائے وہ اسے حاصل کر لینے کا زیادہ حق رکھتا ہے"۔[57] کے مطابق حصول علم کے لیے مسلم یا غیر مسلم استاد یا تعلیمی ادارے کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ علم و حکمت کے حصول کے لیے کسی غیر مسلم ملک کا سفر اختیار کرنا یا پھر کسی غیر مسلم تعلیمی ادارے کے اندر کسی غیر مسلم استاد سے علم حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے غیر مسلموں سے تعلیم و تربیت کے حصول سے متعلق سیرت طیبہ سے متعدد واقعات ملتے ہیں جیسا کہ غزوہ بدر کے موقع پر جن مشرک قیدیوں کے پاس فدیہ نہیں تھا، ان سے کہا گیا کہ دس دس انصاری بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔[58] اسی طرح آپ ﷺ نے دو صحابہ کو یمن جا کے منجنیق چلانے کی تربیت حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔[59] اور حضرت زید بن ثابتؓ کو سریانی زبان سیکھنے کے لیے بھیجا۔ لہٰذا آپ نے نہ صرف سریانی بلکہ عبرانی، یونانی اور فارسی زبانیں بھی سیکھ لیں۔[60] پس ثابت ہوا کہ غیر مسلم استاد یا غیر مسلموں کے اداروں میں تعلیم حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن اگر بچوں کو غیر مسلم کے اسکولوں میں تعلیم دلوانے پر خرابیاں پیدا ہوں، مثلاً: بچوں کے بارے میں یہ خدشہ ہو کہ وہ دینِ اسلام سے بیزار ہو جائیں گے، کفار کو حد سے زیادہ اچھا سمجھنے لگیں گے، مسلمانوں کو اور علومِ اسلامیہ کو حقیر جاننے لگیں گے، اسلامی اخلاق و اقدار سے دور ہو جائیں گے۔ غیر مسلموں کی تہذیب اور رنگ ڈھنگ اختیار کر لیں گے، والدین سے باغی ہو جائیں گے، یا دوسرا مذہب اختیار کر لیں گے تو پھر ایسے تعلیمی اداروں میں تعلیم دلوانے سے اجتناب کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ان تعلیمی اداروں میں تعلیم دلوانا مجبوری ہو کہ کوئی دوسرا متبادل موجود ہی نہیں ہے تو پھر والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کی بھرپور نگرانی کریں، ان کی اسلامی طریقے پر تربیت کریں، انہیں صحیح غلط کی تمیز دیں، ان کے دوست احباب اور جس صحبت کو وہ اختیار کریں اس پر نظر رکھیں۔ انہیں اسلامی اقدار سکھائیں، اسلامی عقائد اور احکامات کی تعلیم دیں۔ تاکہ ان غیر مسلم اداروں کا رنگ ان کی شخصیت پر نہ چڑھ سکے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے بھی اپنے اصحاب کی تربیت ایسے ہی معاشرے میں کی تھی جو مجموعہ اضداد تھا لیکن پھر بھی یہ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت ہی کا ثمر تھا کہ بلند اخلاق، متقی اور پاکیزہ خصائل کی حامل شخصیات تیار ہوئیں کہ جن کی نظیر پوری تاریخ انسانی میں کہیں نہیں ملتی۔

۱۱۔ غیر مسلموں سے نکاح کے معاملات

مسلم اقلیات کے مسائل میں سے اہم مسئلہ غیر مسلموں سے مناکحات کے معاملات ہیں۔ایک مسلمان مرد کا نکاح قرآن کی رو سے کتابیہ سے جائز ہے جبکہ ایک مسلمان عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم مرد سے شادی کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہم اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کریں گے لیکن ہماری عورتوں سے نکاح کی اجازت نہ ہو گی۔[61]

لہذا ایک مسلم عورت کا نکاح صرف ایک مسلمان مرد ہی سے ہو سکتا ہے۔اس پر امت کا اجماع ہے۔ اسلاف اور اخلاف سب اس پر متفق ہیں۔

مسلم مرد اور مرتدہ یا مسلم عورت اور مرتد مرد کے درمیان بھی کسی بھی طرح کا ازدواجی تعلق نہ قائم کیا جا سکتا ہے نہ قائم رہ سکتا ہے۔ لہذا مسلمان مرد کا مرتدہ سے نکاح باطل ہے اور کسی کی بیوی نکاح کے بعد مرتدہ ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان تفریق کروادی جائے گی اس حکم پر فقہا کا اتفاق ہے۔[62]

ملحدہ سے بھی نکاح جائز نہیں ہے۔ ایسی خاتون مشرکہ کی بنسبت حرمت نکاح کی زیادہ مستحق ہے۔ کیونکہ مشرکہ ایک خدا پر یقین تو رکھتی ہے لیکن ملحدہ تو سرے سے ہی خدا رسول وحی، روز آخرت، ملائکہ، نزول وحی اور کتب مقدسہ کا انکار کرتی ہے۔ تو یہ حکم ایسی خاتون کے سلسلہ میں بھی نافذ ہو گا۔ ایسی خاتون کے ساتھ شادی یقیناً باطل ہو گی۔[63]

نو مسلم شادی شدہ خاتون جس کے خاوند نے ابھی تک اسلام قبول نہ کیا ہو ان کے درمیان فوری تفریق کر دی جائے گی اور وہ عورت اب اس سابقہ خاوند کے لیے حلال نہیں یہاں حلت سے مراد صرف مباشرت کا حلال ہونا ہے نہ کہ عقد نکاح کا فسخ ہونا۔ اگر عقد نکاح کا فسخ ہونا لازم ہوتا تو رسول ﷺ کے دور میں بہت سے ایسے افراد اسلام لائے جن کی بیویوں نے بھی اسلام قبول کیا، وہ اپنے سابق نکاح پر قائم رہے۔ آپ ﷺ نے ان سے شروط نکاح اور کیفیت نکاح کے بارے میں دریافت نہیں کیا۔ یہ بات تواتر سے ثابت ہے۔[64] آپ ﷺ کا تجدید نکاح نہ کروانا اس بات کی دلیل ہے کہ محض قبول اسلام سے عقد فسخ نہیں ہوتا حق زوجیت کا ترک لازم آتا ہے اور اگر عورت انتظار کرنا چاہے اور اسے اپنے خاوند کے اسلام لانے کی قوی امید ہو تو وہ انتظار کر سکتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ جو اپنے شوہر حضرت ابو العاص سے پہلے اسلام لے آئی تھیں اور چھ سال کی طویل مدت تک انتظار کیا اور جب حضرت

ابو العاص نے اسلام قبول کیا تو آپ ﷺ نے انہیں پہلے نکاح ہی کی بنیاد پر واپس بھیج دیا تھا اور نیا نکاح نہیں کیا تھا۔[65] اسی طرح عکرمہ بن ابی جہل اور اس کی بیوی کے معاملے میں اور صفوان بن امیہ اور اس کی زوجہ کے معاملے میں کیا تھا، ان کی بیویوں کے خاوندوں کے قبول اسلام کے باوجود آپ ﷺ نے سابقہ نکاح برقرار رکھا۔[66] حضرت عمرؓ نے اس سلسلے میں عورت کو اختیار دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ " **وان شاءت فارقته وان شاءت اقامت عليه**۔"[67] اور حضرت علیؓ کی رائے بھی یہ تھی کہ "جب کسی یہودی یا نصرانی کی بیوی اسلام لے آئے تو اس کا شوہر اسے رکھنے کا زیادہ حقدار ہے اس لیے کہ ان میں عہد ہے۔[68]

یہ سارے دلائل بتاتے ہیں کہ اگر بیوی اسلام قبول کر لے اور شوہر نہ کرے تو عورت کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ شوہر کے اسلام قبول کرنے کا انتظار کرے اور جب وہ اسلام قبول کر لے تو اس کے ساتھ مکمل بیوی کی حیثیت سے رہے جیسے کہ عہد نبوی کی خواتین (بشمول آپ ﷺ کی صاحبزادی) نے کیا تھا۔ لیکن انتظار کی مدت میں وہ اس کے ساتھ زن و شوئی کے تعلقات قائم نہیں کرے گی، شوہر کے حکم کی پابند نہ ہو گی اور نفقہ وغیرہ کہ ذمہ داری بھی شوہر پر نہیں ہو گی، اس سلسلہ میں فیصلہ لینے کا حق بیوی کو ہو گا شوہر کو نہیں، اس مدت میں شوہر کو بیوی پر مکمل اختیارات حاصل نہ ہوں گے۔ اور اگر وہ اسلام قبول کر لے گا تو اسے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ عورت کے انتظار کو ایجاب اور اس کے قبول اسلام کو قبول نکاح سمجھا جائے گا۔[69]

خلاصہ بحث

اسلامی شریعت کا دائرہ تمام شعبہ ہائے زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اسلام چونکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے ہدایت وراہنمائی کا وسیلہ ہے۔ یہ ایک جامد دین نہیں ہے بلکہ اس کے اندر بدلتے وقت اور حالات کے مطابق انسانی ضروریات کی تشفی کا بھرپور سامان موجود ہے۔ اس میں ہر عہد اور ہر زمانہ کے مطابق قابل عمل ہونے کی صلاحیت پائی جاتی ہے ۔ اسی طرح اسلامی شریعت جس طرح مسلم اکثریتی علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے ہے اسی طرح اس میں مسلم اقلیات اور ان کے مخصوص حالات اور تقاضوں کے مطابق قابل عمل ہونے کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہے۔ مسلم اقلیات جس طرح سے غیر مسلم اکثریتی ممالک کے غیر اسلامی نظام اور ماحول میں سخت گھٹن اور تنگی میں زندگی

گزار رہی ہیں کہ بہت سے ملکی قوانین کی وجہ سے اسلام کے بنیادی احکامات پر عمل پیرا ہونا ان کے لیے دشوار تر ہو گیا ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات کو چھوڑتے ہیں تو ضمیر ملامت کرتا ہے آخرت کا خوف ان کے لیے سوہان روح بن جاتا ہے۔ اور اگر ان پر عمل کرتے ہیں تو زندگی کا دائرہ ان پر تنگ پڑ جاتا ہے۔ ایسے میں مسلم اقلیات کے مخصوص حالات کے پس منظر میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ شریعت کے رفع حرج، دفع ضرر، ضرورت اور اضطرار کے اصول و قوانین کی روشنی میں ان بنیادی راہنما خطوط کی نشاندہی کر دی جائے جن کی بنیاد پر علماء اور اصحاب فتاوی دور حاضر کے عمومی ابتلاء اور حاجت کے مسائل کے بارے میں صحیح فیصلہ کر سکیں تاکہ شرعی اصول اور قواعد کی روشنی میں جن مسائل میں شرعی جواز اور گنجائش موجود ہو ان کے بارے میں امت مسلمہ کو غیر معمولی ضیق و حرج سے نکالا جائے اور اصول ضرورت اور حاجت کے بے محابا تعامل سے اباحیت اور ہوا پرستی کا جو سنگین خطرہ درپیش ہے اس کا سد باب بھی کیا جا سکے۔

حوالہ جات

[1] Almumtahina, 60: 8
[2] Modudi, Abu-al-ala, Tafheem-ul-Quran,idara trjman-ul-Quran,5/433
[3] Yousuf Alqarzawi, fiqh-ul-aqliat, p210
[4] Muslim bin Hajaj(261hj), Al-musnid Al-sahih al-mukhtasir bnqal-al-adal an-il-adl ila-rasool, kitab-ul-eeman, bab bian innahu la yudkhilu-al-jannah ill-almomenoon,hadith no:194 ,dar-e-Ahya al-tras-al-arbi, Bairut.
[5] Muslim bin Hajaj(261hj), Al-musnid Al-sahee al-mukhtasir bnqal-al-adal an-il-adl ila-rasool, kitab-ul-slam, bab al-nahi un ibtida ehl-il-kitab bi-slam,13/2127 ,dar-e-Ahya al-tras-al-arbi, Bairut.
[6] Bukhari, Muhammad bin Ismaeel(256hj),al-jame al-musnid al-sahee al-mukhtasir min amoor-e-rasool (SAW) wa sunanehi wa-ayyamehi, kitab bid-al-wahi, hadith no:7
[7] Ibid, kitab-ul-isteazan, bab keyf-al-rad ala ehl-i-zima, hadith no: 2258;wa muslim kitab-u-slam bab-ul-nahi un ibtida ehl-ul-kitab bi-slam,6 /2163
[8] Ibn-e-Hajar Asqlani, Ahmad bin Ali bin Muhammad, fateh-ul-bari, dar-al-rayan liltras al-Qahira, 1987,11/14
[9] Al-Aini, Badr-ul-deen Mahmood bin Ahmad, umda-tul-qari,Ahya al-tras-ul-islami, Bairut,19/16
[10]Tirmazi, Muhammad bin Eesa(279hj),Al-jame, kitab-ul-istezan wal-adab un rasool (SAW), bab ma ja-a fi-slam ala majlis fihi-l-muslimoon wa gheru hum , hadith no:2702, dar-al-gharb-il-islami, Bairut
[11] Ibn-e-Aabdeen, Muhammad Ameen bin Umar bin Abd-ul-Aziz, Rad-ul-muhtar ala al-darulmukhtar, yarif bihashia ibn-e-abdeen, dar ahya altras al-islami, Bairut,5/263
[12] Al-imran, 3 : 113-114
[13] Ibn-e-Aseer, Muhammad bin abdul kareem, asad-ul-ghaba fi marefat-u- sehaba, dar-alkutb al-ilmia, 1415 hj, 2/58
[14] Bukhari, Muhammad bin Ismaeel (256 hj), al-jame ,kitab-ul -wakala, bab iza wukil-il-muslim harbia fi dar-al-harb, hadith no:2301
[15] Al-maida, 5 :51
[16] Al-Imran, 3: 118
[17] Ramzan Tariq ,In The Foot Steps of The Prophet,Oxford university press,p.83
[18] ibid,p.126
[19] Abu dawood, suleman bin ashas sajastani (275hj), Al-sunan, tafree abwab aljuma, bab salat-ul-eedeen, hadith no:1134
[20] Bukhari, Muhammad bin Ismaeel(256 hj), al-jame ,kitab-ul-som, bab Siam yom-e-aashura hadith no:1900
[21] Ibn-e-teymiah, Ahmad bin abd-ul-haleem, majmu-al-ftawa, majma almulk fahad li-tbat al-mushaf al-shareef, al-madina-tu-nabwia,almumlikatul arbia alsaodia,1416hj, 25/239
[22] Ibn-e-nujem, zain-ul-deen bin ibraheem bin muhammad, albehar-u-raeq sharah kanz-u-dqaeq,dar alkitab alislami, Bairut,5/133
[23] Al-nisa , 4 :76
[24] Yousuf Alqarzawi, fiqh-ul-aqliat, p.213
[25] Tirmazi, Muhammad bin Eesa(279hj),Al-jame, kitab-ul-iman wal-adab un rasool (SAW), bab ma ja-a fi-stekmal-il-eeman waziadatihi wanuqsanehi gheru hum hadith no:2612
[26] Bukhari, Muhammad bin ismaeel(256 hj), al-jame ,kitab-ul-eeman, bab fazl min istibra ladeenuhu, 1/13

[27]Tirmazi, Muhammad bin Eesa(279hj),Al-jame, kitab-ul-seyar,bab ma ja-a fi-qabool alhadaya almushrekeen , 4/140
[28]Ibid, kitab alhiba wa fazaluha, bab qabool alhdaya min almushrekeen,1/356
[29] Bukhari, Muhammad bin ismaeel (256 hj), al-jame ,kitab alhiba wa fazaluha, bab qabool alhdaya min almushrekeen, hadith no:2615
[30] Ibid, hadith no:2619
[31] Bukhari, Sayyad Abdul Ghafar, Gher muslimon se akhlaqi or smaji taluqat,(Seerat -e- tayyaba ki roshni me) , mashmula hazara islamics, July-December 2014, 2:3
[32] Zeli, Usman bin ali bin muhajjan, tbayyan-ul-hqaeq,almtbat-ul-kubra,alaameeria, Qahira almisar,6/228
[33] Ibn -e- temiyah,Ahmad bin abd-ul-haleem, Iqtiza asarat-ul-mustaqeem almukhalifa ashab-ul-jaheem, dar-e-alam alkutb, Bairut ,Lubnan,1999,1/227
[34] Tirmazi, Muhammad bin Eesa(279hj),Al-jame, kitab-ul-atma, bab ma ja-a anna-l-momeneen ya'kul fi maee wahid ,4:267
[35] Bukhari, Muhammad bin Ismaeel (256 hj), al-jame ,kitab-ul-hibba wa fazzaleha, wa-l-tahrees aleha, bab qabool-il- hadiya, min-al-mushrekeen, hadith no:2617
[36] Tabri, abbu jafar Muhammad bin jareer, tareekh-ul-ummam wal-malook, nafees academy,karachi,2004,2/71
[37] Ibn-e-kaseer, Ismaeel bin umar, albdaya wa-nhaya, bab qadoom wafad saqeef ala rasool(SAW),5/36
[38]Abu alqasim,ali bin alhasan, muajam alshiookh, dar-al-bshaer,2000,p.971
[39] Ahmad bin Hanbal, Almusnid, hadith no:126
[40] Yousuf Qarzawi, Fiqh-ul-aqliat,p221
[41] Qartabbi, Abdullah bin Ahmad, Al-jame-ul-Ahkam-ul-quran,dar-ul-fikr Bairut, Lubnan,1/11
[42] Al-nisa,4:36
43 Ibn-e-kaseer, Ismaeel bin umr, tafseer-ul-quran-il-azeem, 1:424
[44] Abu Dawood, Suleman bin ashas sajastani(275 hj), Al-sunnan, kitab-ul-adab, bab fi-lhaq-ul-jwar, hadith no: 5154
[45] Raza Rasheed, Tafseer Al-minar, 5/75, al-hyat-ul-misria al-ama alkitab, 1990
[46] Bukhari, Muhammad bin Ismaeel (256 hj), al-jame ,kitab-ul-marz, bab ayadt-ul-mushrik, hadith no:5657
[47] Ahmad Bin Hanbal, Musnad Ahmad, hadith no:12543
[48]Murghenani, Alhadaya fi sharah albdaya, kitab alkrahiat, bab msael almutfariqa,4 /380
[49] Ala-a-sunan, bab ma yafal almuslim iza mata lahu qareebun kafirun, 8/282
[50] Ahmad bin Hanbal, Almusnad, hadith no:1093, almoasast-risala
[51] Bukhari, Muhammad bin Ismaeel(256 hj), al-jame, kitab-ul-jnaez, bab man qama lijnaza yahudi, hadith no:1312
[52] Abbu Yousuf, kitab al-khiraj, bab fi qital ehl-u-shirk, wa-ehl-ul-baghi wakaefa yadoona, 235
[53] Al-maida,5:2
[54] Kanz-ul-amal, kitab almwaiz wa-riq walkhatab walhukm min qsm alafal, hadith no:44154
[55] Ibn-e-abdeem, muhammad ameen bin umr, rad-ul- muhtar aladar-ul-muhtar, kitab -u-zikat , bab musarrif alzikat walushar, 2/352
[56] Abbu yousuf, kitab alkhiraj,p136
[57] Tirmazi, Muhammad bin Eesa(279hj),Al-jame, kitab-ul-istezan wal-adab un rasool (SAW), bab ma ja-a fi-slam ala majlis fihi-l-muslimoon wa gheru hum , hadith no:2687, dar-al-gharb-il-islami, Bairut, 1998
[58] Ahmad bin hanbal, almusnad, moasasat-ul-risala, hadith no:2216
[59] Mahmood Ahmad Ghazi, muhazrat seerat,p 353

[60] Ibn-e-kaseer, alhadaya wanahaya,5/99
[61] Ibn-e-Quddama,Almughni,bab-ul-nikkah ehl-e-shirk,7/151
[62] Yousuf Qarzawi,fiqh-ul-aqliat,p131
[63] Yousuf Qarzawi,fiqh-ul-aqliat,p.129
[64] Muhammad shafee, Muarif-ul-Quran, 3/51
[65] Yousuf Qarzawi,fiqh-ul-aqliat,p.133
[66] Malik bin Ans,Almoatta,moassa zaid bin sultan aal-e-nehyan,2004,2/543-544
[67] Ibn-e-qayyam, Muhammad bin abi bakkar,zad-al-maad fi hadi kher-ul-ebad, moassat-u-risala, Bairut,1994, 5/139
[68] Ibn-e-hazm, Almuhalla,7/314;Ibn-e-qayyam, Zad-ul-maad, 5/138
[69] Ibn-e-Qayyam, ahkam ehl-e-zamma, 1/318-326,tehqeeq Dr Subhi Saleh, matbua jame Damishq